عید، ساون اور تم .... عالیہ حرا

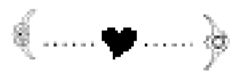
دھیرے سے اس نے اپنے کمرے کے دریچے کے پردے کھینچ دیئے۔ سامنے بل کھاتی نہر دھیرے دھیرے بہتی جانے کہاں تک چلی گئی۔ اس کے کنارے کنارے لگے درختوں کا سلسلہ دور تک نہر کے ساتھ چلا گیا۔ یوکلپٹ، ہار سنگھار، سیب، انار اور جانے کس کس چیز کے درخت تھے جو دن کے اجالوں میں سر اٹھائے ہواؤں سے کھیلتے بہت خوب صورت لگتے تھے۔ مگر اس وقت اندھیرے میں سر جھکائے انہی سوچوں میں گم تھے یا پھر رات کے ساتھ ہی سو گئے تھے۔

سڑک پر ٹریفک کم تھی۔

آج بارش بھی تو زور سے ہوئی تھی تاہم اس وقت موسم صاف تھا۔ بارش کا سلسلہ مغرب تک چلا تھا۔

تبھی ایک شخص دور سے آتا نظر آیا۔ اس کے ساتھ اس کا کتا تھا جس کی زنجیر کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ شاید چہل قدمی کرنے نکلا تھا۔ ایک نگاہ نہر پر ڈالی۔

رُباب دھیرے سے پیچھے ہٹ گئی۔ مانوس اجنبی قریب آ رہا تھا۔



چلغوزے، مونگ پھلی، اخروٹ، بادام، ڈرائی فروٹ کی بوریاں ختم کر کے تمہارا دل نہیں بھرا بد ذوق لڑکی! رباب نے آمنہ کے کمرے میں آ کر کہا۔ وہ سخت بوریت محسوس کر رہی تھی۔ اس کا دل باہر گھومنے کو چاہ رہا تھا اور آمنہ بستر بند ہو کر ڈرائی فروٹ، ٹی وی اور میوزک کے ساتھ ساتھ میگزین سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

''یار...... آرام سے گھر بیٹھو۔ سردی کس قدر ہے۔ کیا ملے گا باہر جا کر ہائے رے سردی ہائے رے سردی، سارے بدن میں برف سی بھر دی۔'' آمنہ نے کہا اور کمبل کو اپنے گرد لپیٹ لیا۔ رباب گھور سکتی تھی۔ سو گھورتی ہوئی باہر نکل گئی۔

ایسا ابر آلود موسم، بارش کی تن من، سبک ہوائیں، بھیگی بھیگی گھاس اور دھلے ہوئے سبزہ زار...... یہ تو یہاں آرام کرنے آئی ہے۔ چلو فردا ذرا ایک راؤنڈ لگا کر آئیں اسکواش کمپلیکس تک۔ باہر آ کر جمائیاں لیتی، بور ہوتی فردا کو دیکھا۔

''آنٹی کہاں ہیں......؟'' اس نے بیٹھے بیٹھے ہی سر اٹھا کر پوچھا۔ انہیں بتایا ہے۔ چلتے چلتے بتا دیتے ہیں۔ اسکارف ٹھیک کر کے دوپٹہ شانوں پر پھیلایا۔

''چلو......!'' وہ اخبار پھینک کر کھڑی ہوئی اور فردا اپنی امی کو بتا کر باہر آ گئی۔

''کہاں چلیں......؟'' فردا نے سینے پر ہاتھ لپیٹ کر کہا۔ رباب۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے چلنے لگی۔ ٹھیک ٹھاک سردی تھی۔ اردگرد بنے خوب صورت بنگلوں کے لان میں خاموشی دُم سادھے تھی۔

''بس نہر کے کنارے کنارے چلیں گے، لائبریری تک اس کے بعد جہانگیر خان کی کھیل گاہ دیکھیں گے، پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر واپس۔'' فردا...... اس کا جواب سن کر جھٹکا کھا کر رکی۔

''کیا...... کیا تمہارا دماغ خراب ہے۔ نہر پچھلی طرف ہے اور ہمارا گھر اس روڈ کے آخری سرے پر۔ میرا منجمد ہونے کا کوئی ارادہ نہیں۔ بس تم ادھر ادھر منہ مار کر شوق پورا کر لو......'' فردا بے نیازی سے کہتی لب بھینچ کر ہنسی۔

''ٹھیک ہے تم نہیں جاتی تو مت جاؤ میں اکیلی جا سکتی ہوں۔'' وہ پاؤں پٹخ کر آگے بڑھی۔

''ارے رے......! سردی بہت ہے اگر بارش شروع ہو گئی تو......!'' فردا اس کے پیچھے بھاگی۔

''تو یہ سائبان...... گھرے درخت شیڈز کس لئے ہیں......''

''میرے لئے......!'' فردا شرارت سے ہنسی۔

''تم تو نہر میں چھلانگ لگا کر بچ جاؤ گی۔''

رباب نے غصے سے اسے دیکھا اور پھر اس کا انداز دیکھ کر ہنس دی۔

''چلو میں تمہیں لائبریری کا چکر لگوا دیتی ہوں۔ کیا یاد کرو گی۔ ویسے بھی ابھی بارش کا امکان نہیں۔''

دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگیں۔

فردا کے نکاح میں شرکت کے لئے یہ لوگ کراچی سے آئے تھے۔ اس وقت رباب کا دل نہر کے کنارے بیٹھ کر اس کے پانی میں پاؤں ڈال کر اس کی ٹھنڈک کو وجود میں اتارنے کو چاہ رہا تھا۔ اسے یہ منظر بہت متاثر کرتے تھے۔ کراچی میں نہر کا تصور کہاں۔ وہاں تو ندیاں بہتی تھیں۔ گندی، غلیظ اور بدبودار......! یا پھر اپنے دریچوں سے نظر آتی پلیا پر جا کر اس کی دیوار سے ٹیک لگا کر جھک کر پانیوں میں نظر آتے درختوں کو دیکھے ان کی خاموشی، خفگی اور ناراضگی کو محسوس کرے نہر کے سینے پر ڈولتے خشک، سبز پتوں کی سبک رفتاری دیکھے۔

''سنو...... لائبریری آنے والی ہے۔ مگر اس سے پہلے نہر کا کنارہ ہے اور نہر دیکھ کر تم پاگل مت ہو جانا یار...... وہاں کا سمندر اس سے زیادہ خوب صورت ہے۔''

رباب نے اسے گھورا۔ فردا معصومیت سے اسے گھور کر سامنے دیکھنے لگی۔ رباب ہنس دی۔

''دراصل فردا کراچی میں سب کچھ ہے مگر افراتفری کے ساتھ۔ ہر جگہ انسانوں کا ہجوم ہے۔ وہاں کی خوب صورتی میں مصنوعی پن ہے۔ سمندر اپنی نیچرل حالت میں ہے مگر باقی......''

''اور تم ٹھہریں پرسکون اور قانون پسند شہری......''

''ہوں......!!'' سرخ اینٹوں کی فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے بے اختیار ہی اس کے دل میں خواہش ابھری کہ ننگے پیر چلے۔ مگر فردا کو دیکھا...... یہ اس کی حماقت سمجھے گی۔ اس خواہش کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا دیا۔ موڑ مڑتے ہی سامنے نہر نظر آنے لگی۔

''آؤ اس کے کنارے کنارے چلیں۔''

''جی نہیں......!'' اس نے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ ''اس کے کنارے کنارے جا کر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ جائیں گے جہاں ہمیں ابھی نہیں جانا۔''

''ہیں......!!'' حیرت سے فردا کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر شرارت تھی۔

''کیوں نہیں جانا ابھی ایسی کون سی جگہ ہے وہ......؟''

''یار، سمجھا کرو ہم وہاں نہیں جا سکتے۔'' ''مگر کیوں نہیں جا سکتے؟''

''وہ...... وہ...... تم خود جاؤ گی تو دیکھ لینا۔ مجھے بتاتے ہوئے شرم آتی ہے''

''تمہاری سسرال ہے وہاں......؟'' رباب ہنسی۔

''نہیں......''

''پھر ندیم کا آفس ہے؟''

''نہیں......!''

''پھر ڈیٹ نگر ہو گی......'' رباب جھلا گئی۔

''نہیں......!''

''بھاڑ میں جاؤ! بتاؤ کس طرف جانا ہے۔'' وہ ناراض ہو گئی۔

''میں تمہیں وہاں لے جاؤں گی نا......''

''جب تم جا نہیں سکتیں تو کیسے لے کر جاؤ گی؟'' دماغی حالت پر شک گزرا۔

''جب جاؤں گی تو لے جاؤں گی۔'' اس کی ہنسی گہری ہوئی۔

''اُف اتنا سسپنس!'' رباب نے گہری سانس لی۔

''پاگل خانہ ہو گا۔'' اس کے ہمراہ چلتے ہوئے قیاس کیا۔

''نا...... ہی...... فردا نہیں۔'' رباب زچ ہو گئی۔

''وہاں...... نا...... وہاں...... نا'' ہکلاتے ہوئے اس کی جانب جھکی۔

''وہ رہی لائبریری......'' وہ زور سے چیخی کان کے پاس رباب اچھل ہی تو پڑی۔

''فردا......!'' اس کی دماغی حالت پر شک گزرا۔ نکاح کے بعد تمہارا دماغ خراب ہو گیا۔

''کیا کریں جی......'' اس نے ہتھیلیاں مسلیں۔ ''نکاح چیز ہی ایسی ہے۔''

رباب اسے دیکھ کر سامنے نظر آتی لائبریری کی سفید عمارت کو دیکھنے لگی۔ اس کے پیچھے شاید چرچ تھا۔ اس چرچ پر نصب صلیب کی آخری حد نظر آ رہی تھی۔

اگلے لمحے وہ لوگ لائبریری کے گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھیں۔ حد نگاہ تک پھیلا ہوا سبزہ زار۔ قطاروں پر لگے سفیدے، چیڑ اور بوٹلاس کے درخت، درمیان میں کٹائی کر کے گول محرابی کیاریاں بنا کر اس میں مختلف موسموں کے پھول لگائے گئے تھے تاہم اس موسم میں دھلا دھلا سبزہ اور حسین لگ رہا تھا۔

''ہائے......!'' فردا نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ ''میں اپنا کارڈ تو بھول آئی۔''

''کوئی بات نہیں۔'' رباب نے اپنے قدم نہیں روکے۔

''نیا بنوا لیتے ہیں۔''

''مگر تم تو چلی جاؤ گی......''

''تو کیا ہوا تم تو ادھر ہی رہو گی۔'' اردگرد کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''ہائے ......!'' فردا کے قدم رک گئے۔

''اللہ نہ کرے ......!''

''ہیں ......!'' رباب حیرت سے رکی۔ ''کیا ہوا ......؟''

''میں کیوں رہوں گی یہاں مجھے ندیم کے گھر جانا ہے۔'' بچوں کی طرح ٹھنکی ...... آنکھوں میں شرارت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

''اُف ......!'' رباب نے قدم آگے بڑھائے۔ ''کتنا شوق ہے تمہیں شادی کا۔''

''کیا کروں ......'' چلتے چلتے بازو پکڑا ...... اب وہ لوگ لائبریری ہال میں داخل ہو رہی تھیں۔ فردا اس کا بازو تھام کر اس کی جانب جھکی۔

''یہ عمر ہی ایسی ہے اور جب نکاح ہو جائے تو دل کہاں لگتا ہے۔''

رباب نے گھورا۔ اور فردا ہنستے ہوئے بازو تھام کر اسے لائبریری کے مختلف حصے دکھانے لگی اور سوئے اتفاق کہ اس روز لائبریرین نہیں آیا تھا اور ان کا کارڈ نہیں بن سکا۔ کتابوں' رسالوں' میگزین کا اچھی طرح سے جائزہ لے کر یہ لوگ باہر ہلکی ہلکی پھوار جاری تھی۔ موسم کے حسن میں اور اضافہ ہو رہا تھا۔

نہر کے کنارے ٹہلنے۔ واک کرنے کے خیال کو آئندہ پر موقوف کر دیا۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ واپس آنے لگیں۔

''ارے ...... یہ تو تم نے بتایا نہیں کہ نہر کے اس موڑ پر کیا ہے؟'' رباب کو یاد آیا ......

''ادھر ......!'' رباب کی بات پر فردا کھلکھلا کر ہنس دی۔ رباب کو اس کی دماغی حالت پر شک گزرا۔ وہ ہنستی ہی جا رہی تھی۔

''مرو ...... تم ......'' رباب آگے بڑھ گئی۔ فردا پیچھے بھاگی۔

''بتاؤں گی تمہیں دکھا دوں گی۔'' مسلسل ہنسی سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''کیوں ......؟''

''مجھے شرم آتی ہے۔'' انگلی دانتوں میں دبائی۔ بل کھا کر گھومی۔ رباب صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔

''دفع ہو تم ......! اندھا کنواں ہو گا وہاں۔'' تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔

''نہیں ......!'' ہنستے ہوئے فردا پیچھے بھاگی۔

''پھر ......؟'' بے ساختہ منہ سے نکلا۔

''پانچ سوالوں میں بوجھ لو۔''

''فردا ......'' دانت پیس کر اسے دیکھا اور پلٹ کر تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔ فردا باتیں کرتی ہوئی پیچھے آتی رہی۔

......❤......

گھر میں نانو جان اسے تلاش کروا رہی تھیں۔ دیکھو تو رباب کدھر گئی ہے۔ اتنی دیر ہو گئی۔ ایک تو اسے سیر کا بہت شوق ہے۔ موسم ذرا سا ابر سا نہیں یہ نکلیں گھومنے۔ وہ ممانی سے کہہ رہی تھیں۔

''یہ لیں دادو ...... آپ کی نواسی لے آئی ہوں۔ سر سلامت ورنہ یہ تو نہر میں تیرنے کے لئے پر تول رہی تھیں۔ وہاں پر سمندر تو نہر سے بہت بڑا ہے پھر یہ نہر کے لئے اتنا بے چین کیوں ہو رہی تھی؟'' فردا معصومیت سے کہتی دادو کے پہلو میں بیٹھی۔

رباب ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ آج کی واک میں فردا نے اسے زچ کر دیا تھا۔ خوامخواہ اور اس وقت کی بات۔

''یہ تو ہے ہی پانی کی دیوانی۔''

انہوں نے محبت سے نواسی کو دیکھا۔

مہینے میں ایک بار سمندر پر ضرور جاتی ہے اور اگر کوئی نہیں ملتا تو مجھے ہی گھسیٹ لے جاتی ہے۔

''اوہ ...... زیادتی بھی نقصان دہ ہوتی ہے کسی چیز کی۔'' فردا شرارت سے باز نہ آئی۔

''نانو کل آپ میرے ساتھ چلیے گا۔ واک پر اتنی خوب صورت نہر کہ بس کیا بتاؤں' وہاں کناروں پر زرد' پرپل اور اورنج کلر کے کچھ جنگلی پھول میں نے دیکھے ہیں۔ کل آپ کو بھی دکھاؤں گی۔''

''چلو کھانا کھاؤ ...... بھوک لگ رہی ہو گی۔'' محبت سے انہوں نے دیکھا۔

''ارے ...... کھانا پک گیا ...... آمنہ فل گرم کپڑوں میں اپنے کمرے سے برآمد ہوئی۔ ڈبل سوئٹر' اونی ٹوپی' موزے پہنے وہ سردی کے ساتھ خود بھی سرد ہو رہی تھی۔

''مزہ آیا ......!''

''ہوں۔ بہت۔'' اس نے زیادہ چڑ کر کہا۔

اور فردا جانے کیا سوچ کر زیر لب ہنس رہی تھی۔ رباب وہاں سے اٹھ گئی۔

''بہو یہاں کوئی رشتہ دیکھنا رباب کے لئے؟'' نویرہ بانو نے قریب بیٹھی سبزی بناتی بڑی بہو کو دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔ دل میں یہ احساس بھی تھا کہ اسے برا نہ لگ جائے۔ عاصمہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''رباب کا رشتہ ......؟''

''ہاں ......!'' انہوں نے نظریں چرا لیں اور پھلیاں اٹھا کر بنانے لگی۔

''مگر اماں جان وہ تو ......'' عاصمہ نے بغور ساس کا چہرہ دیکھا۔

''ہوں ......!'' ان کا سر جھک گیا۔ چھپانے کا فائدہ کیا تھا اور ایسی باتیں چھپتی ہیں کیا۔

''سعیدہ نے کامران کے کہنے پر یہ رشتہ ختم کر دیا۔ کامران آفس کی کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔''

''اور فراز؟'' بے ساختہ منہ سے نکلا۔

''وہ کہتا ہے کہ رباب بطور کزن تو ٹھیک ہے مگر میں اس سے شادی نہیں کر سکتا۔ شادی میں اپنی پسند کی لڑکی سے کروں گا۔'' انہوں نے بہو کو دیکھتے ہوئے نظریں چرا لیں۔

''خوب صورت لڑکی ......!''

''ہیں ......! خوب صورت لڑکی؟'' چونک کر انہیں دیکھا۔

''کیا خرابی ہے رباب میں' کس بات کی کمی ہے۔ اس میں سگھڑ' سلیقہ مند' کتنی کشش ہے اس کے اندر ......'' عاصمہ کا انداز پر جوش ہو گیا۔

''نویرہ بانو سر اٹھا کر بہو کو دیکھنے لگیں۔ ان کی آنکھوں میں آس امید کے جگنو جلنے لگے۔ کیا یہ اپنے آذر کے لئے رباب کا رشتہ لے لے گی؟

''مجھے آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میں آذر یا عدیل میں سے کسی کے لئے لے لیتی' مگر اب تو ان کی بات پکی ہو چکی ہے۔'' یقین کے جگنو پر پھیلا کر رخت سفر باندھنے لگے۔ جذبات پر اوس پڑنے لگی۔

''رباب کی قسمت ......!''

''لیکن آپ فکر مت کریں اور چند ماہ میرے پاس رہیں۔ میں رباب کا رشتہ اپنے جاننے والوں میں کروا دوں گی دیکھیے گا کہ کتنی اچھی جگہ اس کا رشتہ ہو گا۔''

دھیرے سے ساس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ بے حد ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ عاصمہ کو اپنے جھوٹ پر ندامت سی ہوئی۔

رباب قبول صورت' یتیم' غریب جونانی کے در پر پل کر جوان ہوئی۔ بھلا آج کل بے فائدہ بھی کوئی شادی کرتا ہے۔ اس معاشرے میں رہنا ہے' لوگوں کو منہ دکھانا ہوتا ہے۔ خالی ہاتھ پیروں والی لڑکی کس طرح کوئی لے جا سکتا تھا۔ یہ تو خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا

اور عاصمہ بیگم اتنی بے وقوف نہیں تھیں۔

......❤......

دھیرے سے اس نے اپنے دریچے کے پردے ہٹائے تو سامنے بڑا خوب صورت منظر تھا۔ موسم بے حد ابر آلود ہو رہا تھا۔ بالکل یوں کہ ابھی زمین کی حد کو چھو لیں گے۔ دھیرے سے دریچے کی بائیں دیوار سے ٹیک لگا لی۔ اک سرد ہوا کا جھونکا اس کے وجود میں اترتا چلا گیا۔ آگے بل کھاتی ہوئی نہر دور تک چلی گئی تھی۔

دل میں اس نہر کے کنارے کنارے چلنے کی امنگ اٹھی۔

کراچی میں بھلا ایسا موسم کہاں' ایسی خوب صورتی' ایسا تسلسل' بارشوں کا ایسا خمار' نہر کے کنارے لوگ آ جا رہے تھے۔ منچلے لڑکے اچھل کر ٹہنی توڑتے' پتے گراتے آپس میں چہلیں کرتے جا رہے تھے۔

اک سایہ سا اس کے اندر گیا۔ کاش! ایسا سکون اس کے دل میں بھی ہوتا۔ بوجھل سا لمحہ اس کے وجود میں اترنے لگا۔

''نہیں۔'' اس کی ہم زاد نے اس کے وجود میں ہنکارا ابھرا ...... تو اس نے بے اختیار سر جھکا کر دل کے تخت پر براجمان ہم سر کو دیکھا۔

''نہیں رباب۔'' دھیرے سے سر ہلایا۔

''خود ترسی نہیں' کمتری نہیں' کم نصیبی کا احساس نہیں کرنا' جواں ہمت لوگ ہی زندگی کی تلخیوں کا' پریشانیوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور کیا عہد کیا تھا تم نے؟''

سرزنش بھرا انداز تھا۔ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ تبھی سرد ہوا کے جھونکے نے اسے چھوا تو چونک گئی۔ اس کے ہاتھ سن ہو رہے تھے۔ بارش کی بوندوں نے سردی کا احساس بڑھا دیا تھا اور بارش کی بوندیں نہر کی ساکت سطح پر لہریں اور دائرے بنا رہی تھیں۔

دو قدم پیچھے ہٹی۔ فٹ پاتھ بھیگ گیا تھا۔ لوگ اب چھتریاں لے کر گزر رہے تھے۔ بے ساختہ اپنی چھتری لے کر اس ماحول و وقت کا حصہ بننے کی خواہش جاگی۔

دریچے سے ہٹ کر باہر آئی۔ لاؤنج میں نانو گرم چادر میں لپٹی ہاتھ تاپ رہی تھیں۔ آتش دان میں کوئلے دہک رہے تھے۔

''رباب! باہر مت نکلنا بہر سردی ہے۔'' اسے دیکھتے ہی ٹھنڈ یاد آ گئی نانو کو......

''یا...... اللہ......!'' وہ کاؤچ پر گر گئی۔ فردا جانے کہاں تھی۔ آمنہ صوفے میں دھنسی کسی لٹریچر میں گم تھی۔ اس سے کچھ کہنا عبث تھا۔

''فردا'' ادھر ادھر دیکھا۔ مگر ساتھ ہی کل کی واک یاد آئی۔ فردا نے اسے بہت زچ کیا تھا۔ پاؤں اوپر کر کے بیٹھی۔ نہر کے آخری موڑ پر کیا ہے۔ فردا اتنا سسپنس کیوں پیدا کر رہی تھی۔ آنکھوں میں سوچ کا عکس اترا۔

''ھیلو کزنز...... کیا ہو رہا ہے؟'' آذر ادھر آ گیا۔

''فکشن پڑھ رہی ہوں......'' آمنہ نے اس پوزیشن میں جواب دیا۔

''جی مجھے معلوم ہے مسٹری کی ایم سی ہو رہی ہے۔ میں ان محترمہ سے پوچھ رہا ہوں۔'' رباب جو ایزی ہو کر بیٹھی تھی سیدھی ہو گئی۔

''یہ......!'' آمنہ نے ناک کی پھنگ سے عینک اونچی کی۔ عالم استغراق میں ہیں۔'' وہ ہنسی۔

''کیوں؟'' آذر نے ہنس کر اسے دیکھا۔

''یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم' ان سے ہی پوچھ لیں۔'' صفحہ پلٹا۔ ''میں مسٹری میں گم تھی۔

نانو نے بڑی حسرت سے ساتھ ساتھ آذر اور رباب کو دیکھا۔

''میں سوچ رہی تھی کہ موسم اچھا ہے چائے یا کافی ہونی چاہیے۔''

''آپ نے سوچا اور کافی حاضر......!''

فردا بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوئی...... ہاتھ میں ٹرے تھی۔

''مگر میرا دل چاہ رہا تھا باہر واک کی جائے۔ بارش بھی ہے' خیام کی رباعی بھی ہے' پروین شاکر کا استعارہ بھی۔ نوشی گیلانی کا رومانس بھی اور......''

اسے کافی تھما کر اس کے قریب رک کر ہنسی اور فلور کشن سنبھال لیا اور اس اگر مگر کی مسٹری رباب کو الجھا کر زچ کرتی تھی۔

''اور......؟'' آمنہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

فردا نے مگ ہونٹوں سے لگا لیا اور آمنہ اسے پیار بھرا استعارہ سمجھ کر دوبارہ مسٹری میں غرق ہو گئی۔

''کزن کہیں سیر وغیرہ کی......'' آذر نے الجھنے سے بچا لیا۔

''جی بھائی' میں نے کرائی ہے یہاں سے وہاں...... وہاں سے یہاں تک واک۔'' شرارتی انداز میں ہنسی۔

''فردا تم باز نہیں آنا۔'' آذر ہنسا۔

''کوئی پکنک کا پروگرام بناؤ۔ اس موسم میں کتنا مزہ آئے گا۔''

''واہ پکنک!'' فردا اچھل پڑی۔ رباب نے ناراضی کی وجہ سے کوئی نوٹس نہیں لیا۔

''آذر۔'' دفعتاً اسے اندر سے ممانی کی آواز آئی۔

''جی امی۔''

''تمہارے خالو کا فون ہے آ کر سن لو۔''

وہ اپنا مگ لے کر اٹھ گیا۔ رباب مگ کے کنارے پر ہاتھ پھیرتی جانے کیا کچھ سوچتی رہ گئی۔ فون کی بیل تو بجی نہیں پھر فون کیسا......

''ناراض ہو کزن؟'' فردا قریب کھسک آئی۔

چونک کر اسے دیکھا اور مگ ہونٹوں سے لگا لیا۔

''ہم تو مہمان ہیں ہماری کیا ناراضی۔''

''آئی ایم سوری یار...... کل میں نے تمہیں بہت تنگ کیا۔ دراصل میرا موڈ بہت اچھا ہو تو یونہی ذرا فری ہو جاتی ہوں۔ ایم سوری......!'' ایک ہاتھ سے اپنا کان پکڑا۔

رباب ہنس دی۔

''باہر چلنا ہے واک کرنے' موسم بے حد ظالم ہو رہا ہے۔'' سرگوشی کی۔

''ہوں۔ مگر ایک شرط پر۔''

''کیا؟''

''باہر نوشی گیلانی کا رومانس ہے۔ پروین کا استعارہ ہے اور......''

''اور کون ہے؟'' فردا کے گال دہکنے لگے۔

''اور...... اور...... اور آنکھیں شربتی ہو کر چمکنے لگیں۔ اور...... فردا کو یہ انداز بہت اچھا لگا۔

''اور......'' آنکھیں چمکنے لگیں۔

''منٹو ٹوتھ پیسٹ پھر سے بارہ روپے کا ہو گیا۔''

''لاحول ولاقوۃ!'' رباب نے سر جھٹکا۔ ناراضی کے اظہار کے طور پر اٹھی اور باہر نکل کر لان میں آ گئی۔ لان کی خوب صورتی اپنی مثال آپ تھی۔

''سنو...... تو!''

''کیا ہے۔ اور...... اور'' رباب نے اس کے چہرے پر نگاہ کی پھر شرارت کے موڈ میں تھی۔

''اور......'' لب کترا۔ آنچل شانے سے پھسلا۔

اس موسم میں

ندیم!

اپنے دل کی باتیں

مجھ سے کرنے آیا ہے

صبا نے اسے انکار کی کلی بنا دیا تھا۔ ندیم اس کا کزن تھا۔ اب شوہر بن گیا تھا۔

رباب نے گہری سانس لی۔

''بے وقوف۔'' سر پر چپت لگائی۔

''اتنے سسپنس کی کیا ضرورت تھی۔''

''مسٹری میں تو مزہ ہے۔''

''تو جاؤ نا۔''

''نہیں...... تم بھی چلو واک کے بہانے۔'' دونوں گھاس پر چلنے لگیں۔ رباب نے جوتے اتار دیئے۔

''دراصل نکاح کے بعد پہلی بارش ہے نا۔ اس کے بعد برف باری شروع ہو جائے گی تو ندیم کہہ رہے تھے کہ......''

''ممانی سے پوچھ آؤ۔'' رباب نے جلدی سے کہا۔ اس کا کیا بھروسہ کہ آگے پھر مسٹری شروع کر دے۔

''ابھی آئی۔'' اندر بھاگی۔ میرا اسکارف لے آنا۔ آواز لگائی۔

''وہ اگلے پل پلٹ آئی۔

''چلو......!''

''میرا اسکارف۔''

''سر پر دوپٹہ اوڑھ لو ندیم کی تین مس کال آ چکی ہیں۔ میں نے ان سے اجازت لی۔ دادو نے کہا کہ رباب کو لے کر مت جانا اسے ٹھنڈ لگ جائے گی۔ میں کہہ آئی کہ وہ اوپر میرے کمرے میں سو رہی ہیں۔''

اپنی بات کہہ کر ہنسی اور رباب کا ہاتھ کھینچ کر باہر لے گئی۔ اسے گھورنے کا موقع بھی نہیں ملا۔

''ندیم کو نہر کے کنارے بلا لو۔''

''جی نہیں وہ ادھر پارک میں ہیں۔'' وہ جلدی جلدی چل رہی تھی۔ پیرٹ گرین سوٹ میں سادگی سے تیار ہوئی تھی۔ معصوم' شرارتی اور چنچل......

''ندیم گھر آ جاتا۔''

''ضرور آ جاتا اگر دادو نہ ہوتیں اور میری چار ماہ بعد شادی نہ ہوتی۔'' اس کے رخسار گلابی ہونے لگے۔ پارک آ گیا تھا' دونوں پارک میں داخل ہو گئیں۔

''کہاں ہے؟'' رباب نے سرگوشی کی۔ وہ جو براؤن پینٹ اور کریم کلر کی شرٹ میں ہے۔'' دھیرے سے اشارہ کیا اتنی دیر میں قریب پہنچ گئے۔

''السلام علیکم!'' ادب سے سلام کیا۔ فردا کی شرقیت دیکھنے والی تھی اور ندیم کی نگاہیں۔

رباب کے دل میں یادوں کے منظر اترنے لگے۔ ایسے...... ایسے ہی

''فردا! یہ تو بہت اچھا پارک ہے ہم یہاں پہلے کیوں نہیں آئے۔'' چہار جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ اس ٹرانس سے نکل جانا چاہتی تھی جو کسی زمانے میں اسے گھیرے رکھتا تھا۔ مگر یہاں قدم قدم پر یادیں اور باتیں تھیں۔

''ٹھیک ہے تم ذرا ایک چکر لگا کر آؤ۔'' فردا نے مسکرا کر ندیم کو دیکھا اور آگے بڑھ گئی۔ سیاہ کولہاپوری میں اس کے پاؤں دھیرے دھیرے سبز نم گھاس پر بڑھ رہے تھے۔ سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا سورج کا نام و نشان نہ تھا۔ بادل برسنے کے لئے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

ایک گہرا تھکا ہوا سانس روح کی گہرائیوں سے نکلا۔

محبت دھوکا ہوتی ہے' فریب ہوتی ہے' اگر شرعی رشتوں کے حوالے سے نہ ہو۔ بلا منگنی کوئی مضبوط رشتہ ہے ورنہ کامران یہ رشتہ توڑتا......

''رباب احمد کیا تم اتنی ناسمجھ تھیں۔ یا محبت کے کارن برباد ہوئیں۔ یہ بارشوں کا موسم یہ ابر آلود سماں...... اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ یادیں تو یادیں ہیں اور وہ کوئی بہت مضبوط لڑکی تو نہ تھی۔ اب جو حادثہ اس پر سے گزرا ہے تو اسے مضبوط کرنا تھا خود کو۔

دھیرے سے سنگی بینچ پر بیٹھ گئی۔ آگے ٹریک پر کچھ لوگ واک کر رہے تھے تیز تیز۔ انگلی کی پور سے نم آنکھ کے گوشے صاف کئے۔

دل بہت ڈرتا ہے بارشوں کے موسم میں
تم کو یاد کرتا ہے بارشوں کے موسم میں
سانس جلنے لگتی ہے خواب کی حرارت سے
وقت کم گزرتا ہے بارشوں کے موسم میں

اک تھکن بے درد نے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

''رباب!'' اس کی ہم زاد نے دھیرے سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور شانوں پر ٹھہر گئی۔ ''یہاں یہ سب نہیں کرنا۔ زندگی کو تو تم از سر نو شروع کرنے کا عہد کر کے آئی ہو' پھر بھول کیوں جاتی ہو۔ ایسے خوابوں کے لئے زندگی برباد نہیں کرنا۔ یہی عہد کیا تھا نا تم نے۔''

''ہوں......!'' پاؤں اوپر کر کے بازوؤں سے گھٹنوں کے گرد حصار کر دیا۔ مگر یہ یادیں' موسم' یہ باو باراں۔ اس نے تو آشنا محبت کیا تھا۔ کیا میں اتنی بری تھی کہ وہ چھوڑ گیا۔

''نہیں......!'' ہم زاد چپکے سے شانوں پر اتری۔

''ہم برے نہیں ہوتے بعض اوقات دوسرے بدقسمت ہوتے ہیں اور انہیں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اپنی بدقسمتی کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب تم ادھر ادھر دل کو بہلا لیتی ہو تو بہلے رہنے دیا کرو۔ یوں مت بکھرا کرو۔'' اور وہ دھیرے سے ہنسی۔ پلٹ کر اس سمت دیکھا فردا اور ندیم گھاس پر بیٹھے محو گفتگو تھے۔ دھیرے سے ہنس دی۔ مشروط اور شرعی رشتوں کی محبت۔

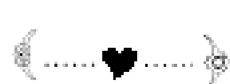
تبھی ایک بال زور سے آ کر اس سے ٹکرائی اور گود میں گر گئی۔ تین بچے بھاگتے آئے۔

''آنٹی بال...... آنٹی ہماری۔'' اس نے مسکرا کر بال ان کی جانب اچھال دی۔

''تھینک یو آنٹی۔'' بچے بال کے پیچھے بھاگ گئے۔

تبھی اس کی نگاہ مرکزی گیٹ کی جانب اٹھی اور ٹھہر گئی۔ وہ...... وہی تھا۔ لیدر کی جیکٹ میں۔ ڈوگی کی زنجیر تھامے...... دھیرے دھیرے ٹریک پر چلتا ہوا۔

غیر محسوس انداز میں اسے دیکھے گئی۔



فردا لگتا ہے آمنہ کو سردی بہت لگتی ہے۔ آتش دان کے قریب بیٹھ کر ہاتھ گرم کرتے ہوئے رباب نے پوچھا۔

''ہاں...... یہ ریچھ کی نسل سے ہے اسے سردی بہت لگتی ہے۔'' فردا اپنی بات کہہ کر خود ہی ہنسی۔

''ہاں تم تو اس نسل سے نکل کر زیبرا کی نسل میں شامل ہو گئی ہو۔'' آصفہ نے ندیم کے لمبے قد پر چوٹ کی۔ فردا کھلکھلا کر ہنس دی۔ رباب نے حسرت سے دونوں کو دیکھا۔ محبت بھی تھی اور جھگڑا بھی۔ دونوں کسی لایعنی بحث میں الجھ پڑی تھیں۔ رباب نے انہیں دیکھا۔ تبھی نانو جان ادھر آ گئیں۔ فردا نے جلدی سے اٹھ کر راکنگ چیئر آتش دان کے پاس کر دی۔ اس پر بیٹھیں تو ان کی ٹانگوں پر کمبل ڈال دیا۔

رباب گھٹنوں پر چہرہ رکھ کر دادی پوتی کی محبت دیکھے گئی۔ فردا نے ان کے گھٹنوں پر سر رکھ دیا تھا۔ نوریہ بانو دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔

رباب سر گھما کر آتش دان کی آگ کو لکڑی سے چھیڑنے لگی۔ گہرے دکھ کا احساس کو بوجھل کر رہا تھا

اسے جانے یہاں کتنا عرصہ رہنا ہے ابھی نانو جانے کے موڈ میں نہیں ہیں' مجھے یہاں کوئی جاب کر لینی چاہئے۔ وقت اچھا گزر جائے گا۔ ابھی جانے میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔ کاش کاش۔ میں بھی امی ابو کے ساتھ مر گئی ہوتی۔ نانو کتنی پریشان ہیں میری وجہ سے۔'' اور ممانی آتش دان کی تپش سے چہرہ گرم کرنے لگی۔ ممانی اس کے لئے کیا کر سکتی ہیں۔ یہاں گھر ہی کتنے ہیں اور ان کی سوشل سرگرمیاں تو نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تو...... تو بہتر یہی ہے کہ جاب کر لے۔

اس بات کا ذکر اس نے فردا سے کیا۔ فردا تو اس کی شکل دیکھنے لگی۔

''تم ہم پر تو بھاری نہیں ہو رباب۔''

''نہیں فردا! میں نے ایم اے اس لئے تو نہیں کیا کہ گھر بیٹھ جاؤں۔''

''ابو اس بات کو پسند نہ کریں گے۔''

''میں ماموں کو منا لوں گی۔''

''ایسا کرو آذر بھائی کے آفس میں ایک جگہ ہے۔ ان سے بات کرو۔'' اور قریب سے گزرتی عاصمہ چونک گئیں۔ انہوں نے گھور کر فردا کو دیکھا۔ جتنا وہ آذر اور عدیل کو اس کے سائے سے بچانا چاہتی تھیں' اتنا ہی فردا کی بچی نئے نئے مشورے دے رہی تھی۔ سلگتے ہوئے انہوں نے کچن کا رخ کیا۔ اچھی طرح سے خبر لیتی ہوں۔ بڑبڑا کر رہ گئیں۔

''مگر امی اس میں برائی کیا ہے؟''

''برائی کی بچی! یہ ہمدردی ہمیں مہنگی پڑ سکتی ہے۔ کل کو آذر نے کہہ دیا' اماں یتیم' غریب' مسکین ہے رباب اسے بہو بنا لیں۔ دیکھیں کتنی سگھڑ اور سلیقہ مند ہے تو میں کیا کروں گی۔ مجھے خالی خولی لڑکی تو نہیں لانی نا۔ بہو لانی ہے بھاری بھرکم۔ زمانہ دیکھے گا میری بہو کو۔''

فردا ماں کا منہ دیکھنے لگی اور دروازے کے باہر اندر آنے کی خواہش میں کھڑی رباب دم بخود رہ گئی۔

''امی فردا میں کیا برائی ہے آخر؟''

''برائی!'' اچنبھے سے انداز میں دیکھا۔ اس میں اچھائی کیا ہے۔ اس قابل ہے کہ اسے بہو بنایا جائے۔

''امی وہ مجھ سے زیادہ سلیقہ مند' سگھڑ اور گھریلو لڑکی ہے آذر بھائی کے ساتھ کھڑی ہو تو کتنا جچتی ہے اور آپ......''

''فردا......'' انہوں نے جھڑک دیا۔

''میرے شک کو تقویت دینے کی بات مت کرو' مجھے اسے بہو نہیں بنانا میرا گھر میری جاگیر ہے' یتیم خانہ نہیں۔'' انہوں نے سفاک سے انداز میں کہا۔

رباب لڑکھڑا کر دیوار سے لگ گئی۔ یہ انداز یہ رویہ یہ لہجہ...... اس کے کانوں میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ اپنوں کے رویئے اسے مار دیں گے۔ وہ تو وہاں سے بچ کر آئی تھی۔ زبردستی کے رشتے' جبر کے ناطے اسے منظور نہ تھے تو یہاں۔''

''اور جن کے درمیان وہ اتنا عرصہ رہی ہے جب انہوں نے ہی اسے قبول نہیں کیا تو میں کیوں......!! انہوں نے اچھی طرح سے فردا کو ڈپٹ دیا تاکہ اس کی ہر وقت کی پٹر پٹر بند ہو جائے۔

''کچھ تو خامی ہو گی نا......''

رباب کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا اور فردا کو ماں کے رویئے پر افسوس ہوا۔

''اور سنو میں نے یہی بتایا ہے تمہاری دادی کو کہ آذر اور عدیل کی منگنیاں کر دی ہیں تاکہ اگر ان کے دل میں کوئی خیال غلط ہے تو نکال دیں۔ تم تشریح کرنے نہ بیٹھ جانا۔''

اور فردا کو ماں کی ذہنیت پر افسوس ہوا۔

''میں انہیں چلتا کرنے کی فکر میں ہوں اور تم یہاں پاؤں مضبوط کرنے کی راہیں دکھا رہی ہو۔'' ممانی کا آخری جملہ تابوت کی آخری کیل ثابت ہوا۔ ماں باپ مر جائیں تو دنیا واقعی ختم ہو جاتی ہے۔ رشتے واجبی سے رہ جاتے ہیں۔ محض زبانی' دکھاوے کے اور دیکھنے کے ورنہ۔

وہ دل کھول کر رونا چاہ رہی تھی' آنسو امنڈ امنڈ آ رہے تھے مگر کسی کے سامنے نہیں...... لاؤنج میں آمنہ تھی۔ کمرے میں نانو...... لان میں نکل آئی۔ بارش صبح سے جاری تھی۔ کبھی تیز کبھی ہلکی دیوار پر لٹکی چھتری اتار کر کھولی اور باہر نکل گئی۔ آنسو رخساروں پر تسبیح کے دانے تھے۔

بائیں جانب ڈھلوان اتر کر ٹریک پر آ گئی۔

کتنا بوجھ ہے وہ ان سب پر کس قدر خوفزدہ ہیں اس کے اپنے اس کے وجود سے' کیسے اپنے بیٹوں کو بچا رہے ہیں اس سے۔ آنسو بارش بار بار راستے دھندلا رہے تھے۔ ایک بار درخت سے ٹکرا گئی۔

دھیرے سے اس نے اسی درخت کے تنے سے ٹیک لگا لی اور بے آواز رو دی گئی۔ کس قدر ارزاں تھا اس کا وجود۔ جسے پیار کا انداز سمجھی وہ رحم کا جذبہ تھا جسے سچی محبت سمجھی وہ ترس تھا۔ کس قدر ہلکی تھی اس کی ذات۔

دھیرے سے سر اٹھایا۔ بارش نے چہرہ دھو دیا۔ مسلسل رونے سے دل کا درد بہہ نکلا۔ غبار چھٹ گیا۔ منظر صاف ہو گئے۔

’’مس ......!‘‘ آہٹ پر سر اٹھایا۔

’’وہ ......وہ شخص پیچھے سے نکل کر سامنے آ گیا۔

’’یہ جگہ رونے کے لئے معقول تو ہے مگر فی الحال خطرناک ہے۔ کیونکہ سناٹا پھیل رہا ہے اور بارش کی شدت میں اضافہ ہوا چاہتا ہے۔‘‘ بغور اس کا سرخ چہرہ دیکھا۔

سنبھل کر سیدھی ہوتے ناک سرخ ہو رہی تھی اور آنکھیں متورم۔

’’آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے آپ ......آپ‘‘ کچھ پوچھتے پوچھتے رک گیا۔

آپ رو رہی ہیں حالانکہ فردا کے ساتھ آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ شخص فردا کا جاننے والا تھا۔

’’جی۔‘‘ سیدھی ہوئی۔

’’مس رونا بعض اوقات مسئلے کا حل نہیں ہوتا مگر مسئلے کو گمبھیر کر سکتا ہے۔‘‘

نگاہ اٹھا کر اجنبی کو دیکھا جس کے لہجے میں اپنائیت تھی۔ اس کے دل نے سسکی لی۔ یہ مہربان اپنائیت والے لہجے بڑے گھاؤ لگاتے ہیں۔ اس سے دامن چھڑا کر نکلنے لگی۔

’’مس! اگر آپ کسی جاب کی وجہ سے پریشان ہیں تو میرے اسکول میں جاب کر سکتی ہیں۔‘‘ رباب کے قدم رک گئے۔

’’گو ہے تو نیا مگر تنخواہ ضرور ملے گی شروع میں کم ہوگی مگر قابلیت‘ محنت اور توجہ اس میں اضافہ کر دے گی۔‘‘

بے ساختہ ہی گھوم کر دیکھا۔

گلابی آنکھیں اسے گھائل کر گئیں۔

دنیا میں بہت سے چہرے دیکھے تھے مگر ایسا مہکتا ہوا گندمی

بارش میں دھلا نکھرا حسن نہیں دیکھا تھا۔

’’اسکول فردا کو پتہ ہے آیئے گا۔‘‘

رباب کے رکتے قدموں نے اسے بتا دیا کہ یہ ضرورت مند ہے۔

’’ہوں۔‘‘ ایک نگاہ اس پر ڈالی آنسو رک گئے تھے اور سسکیاں تھم گئی تھیں۔ بارش کا زور بڑھ سکتا تھا۔

’’جایئے‘ اسکول میں آیئے گا۔ میں چھوڑ دوں؟‘‘

رباب نے انکار میں سر ہلایا......اور دھیرے سے ٹریک پر اتر کر واپسی کا سفر شروع کیا۔

آتے ہوئے جتنی دلگیر‘ اداس اور مغموم تھی جاتے ہوئے اتنی ہی ہلکی آنسوؤں نے نکاسی آب کا راستہ شفاف کر دیا تھا اور جاب کی آفر نے بالکل ہلکا کر دیا۔

اگر ادھر کہیں ہوسٹل کی سہولت ہوئی تو ضرور فائدہ اٹھائے گی۔ نانو کو واپس بھی جانا ہے اور اس کو بالکل وہاں نہیں جانا۔ اتنی ذلت رسوائی اور ہتک آمیز انداز کافی تھا۔

’’تم ......! تم کہاں چلی گئی تھیں؟ اکیلے اس موسم میں؟‘‘

’’واک کرنے۔‘‘ چھتری اتار کر سائیڈ پر رکھی اور مسکرا کر اپنے تفکر میں پریشان فردا کو دیکھا اور آرام سے کہا۔

’’تمہاری آنکھیں کیوں سوج رہی ہیں؟‘‘

’’ابھی آتے ہوئے کچھ پڑ گیا تھا مسلیں تو سرخ ہو گئیں۔‘‘

زیرک نگاہوں سے دیکھتی قریب آئی۔

’’تم روئی ہو؟‘‘

’’دماغ خراب ہے‘ میں کیوں روؤں گی......چلو اتنا اچھا موسم ہے چائے لے کر لان میں آئیں۔‘‘ اسے بہلانے کے لئے ہاتھ تھام کر اندر بڑھ گئی۔

’’فردا! ان کا فون نہیں آیا......اتنے اچھے موسم میں۔‘‘

’’نہ آئے۔‘‘ لہجے میں ناراضی تھی۔

’’کیوں بھلا؟‘‘ تحیر سے پلٹی۔

’’فیصل آباد گئے ہیں۔‘‘

’’اوہو......ناراضی کی وجہ سمجھ میں آئی۔‘‘ زیرلب مسکراتی اندر بڑھ گئی۔

نانو بستر پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں‘ ایک کی نگاہ تسبیح پر ٹھہری۔

نانو اللہ سے جانے کن کن لفظوں میں اس کے نصیب کی دعا مانگتی ہیں۔ دامن دل لوگوں کے آگے پھیلاتی ہیں مگر اس کا نصیب

ان کے قریب سے گزر کر بستر پر بیٹھ گئی۔ نانو سے ناراض تھی اس کے لئے بر مانگ کر اسے اس کی نگاہ میں ہلکا کر دیا تھا جب خدا سے امید ہے تو یقین کیوں نہیں۔

آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گئی۔

نانو گھر کب چلیں گے؟‘‘ لیٹے لیٹے پوچھا۔

’’گھر......! یہاں کیا ہے۔ یہ بھی تو گھر ہے میرے بیٹے کا۔‘‘

’’نانو یہاں سردی بہت ہے اور آپ اتنی سردی کی عادی نہیں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ طبیعت خراب ہو جائے۔‘‘

’’میں کون سا باہر گھومتی رہتی ہوں لڑکی۔ یہاں سے نکل آتش دان کے پاس۔ وہاں سے اٹھی تو ادھر۔ کیا تمہارا دل بھر گیا ہے۔

’’میرا دل ......‘‘ اس کا دل بھر آیا۔ ’’میرے دل کا کیا ہے نانو جہاں آپ وہاں میں میرا دل آپ کے بغیر نہیں لگ سکتا کہیں بھی۔‘‘ دھیرے سے کہا۔

’’رباب۔‘‘

’’ہوں......‘‘ عالم استغراق میں تھی۔

’’اپنے لئے خود بھی دعا کیا کرو۔ اللہ تمہارا نصیب کھولے بیٹا۔‘‘

رباب نے آنکھیں موند لیں۔

اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ہر دعا کو اپنے وقت پر پورا ہونا ہوتا ہے۔ اس میں بندے کا جبر نہیں چلتا۔ خدا کی مرضی ہوتی ہے۔

’’نیند آ رہی ہے۔‘‘

’’جی......!‘‘ اس نے کمبل منہ تک کھینچ لیا۔ دل بھیگ بھیگ جا رہا تھا۔ نانو نے گہرا سانس لیا۔

نویرہ بانو تو یہاں رباب کے رشتے کے لئے آئی تھیں مگر یہاں بھی بات بنتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اور آج تو عاصمہ نے خود بھی کہہ دیا تھا آپ نے کیا اس عمر میں ذمہ داری اٹھا رکھی ہے۔ اس کو ددھیال بھیج دیں۔ وہاں تو کوئی رشتہ اس کے لئے ہوگا ان لوگوں کی بھی یہ یتیم بھتیجی اور یتیم پوتی ہے۔ وہاں دیں رشتہ......‘‘

نویرہ بانو کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

ان کی پیاری بیٹی زینت کی نشانی تھی کیسے اسے سنبھال کر رکھا تھا۔ زینت کے سسرال والے لالچی اور کینہ پرور تھے۔ ان کی ذات کو اعتبار نہیں تھا کسی پر۔ بعض اوقات جلدبازی میں انسان غلط فیصلے بھی کر لیتا ہے اور پھر پچھتاتا رہتا ہے آزردگی سے تسبیح کے دانے گرتے رہے۔ دھیان کہیں اور تھا۔ جب تک ان کی زندگی تھی رباب کو غلط ہاتھوں میں نہیں دے سکتی تھیں۔ اور اپنی زندگی میں اسے اچھے گھر میں دے دینا چاہتی تھیں۔ اور اچھے گھر‘‘ گہرا سانس لیا۔

خاندان میں سب نے انکار کر دیا تھا اور باہر......باہر کے رشتے نصیبوں سے آئیں گے۔ کمبل میں چھپی نواسی پر نگاہ ڈال کر مغموم اور اداس ہو کر سر جھکا لیا۔

......❤......

کتنی بڑی حماقت ہوئی ہے۔ نہ اسکول کا نام پوچھا نہ اس شخص کا نام جس کا اسکول ہے۔ اب فردا سے ذکر کیسے کرے اور وہ کیا سمجھے گی۔‘‘

ٹیرس پر بیٹھی وہ کب سے سوچوں میں گم تھی۔ کیا حوالہ دے اسے۔ وہ شخص جانتا ہے تو پھر فردا بھی جانتی ہوگی۔ وہ چونکی۔

اٹھ کر اندر کی جانب بڑھی۔ اگر پوچھا کہ وہ کہاں ملا تو بتا دے گی۔

’’اماں جان ایک رشتہ ہے میری نظر میں۔‘‘ اس کے قدم رک گئے۔ دریچے سے اندر جھانکا۔ ممانی نانو سے ہمکلام تھیں۔

’’اچھا! کون ہے؟ کیسا ہے؟ کہاں رہتے ہیں؟‘‘ ان کا پر جوش اور پر شوق انداز رباب کا دل دکھا گیا۔

’’مگر لڑکا پہلے سے شادی شدہ ہے۔‘‘

’’رنڈوا؟‘‘ نانو کا چمکتا چہرہ بجھ گیا۔

’’ایک بچہ بھی تھا مگر پچھلے دنوں نمونیے سے مر گیا۔ بیوی بھی مر چکی ہے۔ اکیلا رہتا ہے اب۔‘‘

رباب کی آنکھیں جلنے لگیں۔ نویرہ بانو نے سر جھکا لیا۔ اب ان کی نواسی کے لئے رنڈوا رہ گیا تھا۔ اچھے جوان خاندانی لڑکے نہیں تھے کیا۔ ان کی نواسی اتنی بدقسمت ہے۔

’’لڑکا بہت اچھا ہے آپ دیکھیں گی تو پسند آئے گا۔‘‘ تسلی آمیز انداز میں ہاتھ تھام لیا۔

’’مگر۔‘‘ تذبذب سے دیکھا۔

’’اماں جان! مرد کتنی بھی شادیاں کرے کیا بگڑتا ہے اس کا یہاں تو صرف وہ شادی شدہ ہے‘ نہ بیوی ہے نہ بچہ ہے۔‘‘

’’عاصمہ اکیلے مرد کا کیا بھروسہ۔‘‘

’’پر ماں دیکھا بھالا ہے۔ پچھلے دو سالوں سے دیکھ رہے ہیں۔‘‘ انہیں اطمینان دلایا۔

مگر نویرہ بانو کے دل میں کانٹا سا چبھ گیا۔

رباب دل پر بوجھ لئے نیچے لان میں آ گئی۔

''تو ...... یہ ہے تمہارا نصیب۔'' لان میں ٹہلنے لگی۔ ایک شادی شدہ مرد ...... سر سے اتارا ہوا بوجھ اور ...... آنکھوں کی سطح نم ہو گئی۔

''تمہاری تقدیر، تمہارا نصیب ......!''

دھیرے سے لان کے وسط میں لگی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔

''رباب ...... رباب۔'' اوپر ٹیرس پر فردا کھڑی تھی۔

''کیا ہوا ......؟'' سر اٹھایا۔

''تمہارا فون کراچی سے۔''

''کہہ دو میں گھر پر نہیں ہوں۔''

''مگر فراز بضد ہے۔'' چونک کر سر اٹھایا۔ دل دھڑکا۔ شاید۔ شاید روٹھا مسافر لوٹ رہا ہے۔ مجھے اس سے بات کر لینا چاہئے۔ اٹھنے کو تھی کہ۔

''نہیں۔'' کی اچانک آواز پر چونکی۔ انسان کو اپنی عزت کروانا چاہئے تم یتیم ضرور ہو مگر باضمیر بھی ہو۔ اپنی خودداری کو بلند رکھو۔'' اس کی ہم زاد اس سے جڑی بیٹھی تھی۔

''کہہ رہا ہے ضروری بات کرنا ہے۔''

''فون بند کر دو۔ یا نانو کو دے دو۔''

''اچھا۔'' وہ پلٹ گئی۔

اب ٹوٹا ہوا سلسلہ بحال نہیں کرنا جو بیت گیا وہ پل اب دوبارہ اس زندگی میں نہیں آ سکتا۔ مجھے مضبوط رہنا ہے۔ دل کو سنبھالا۔ دل جو بوجھل، گداز اور رنجیدہ ہو رہا تھا۔

کیا فائدہ تجدید عہد کا، تجدید وفا کا جو تکمیل سے پہلے ہی دل ہار دیا ہو۔

حالانکہ ممانی کے لفظوں نے دل تک چھید ڈالا تھا۔

''یار سن لیتیں فون بڑا بے چین لگ رہا تھا۔''

''کیا فائدہ ایسی بے چینی کا۔'' سامنے بیٹھی مشورہ دیتی فردا کو دیکھا۔

''ویسے بھی لڑکی کی آدھی زندگی لڑکے کے ساتھ اور آدھی زندگی لڑکے کے گھر والوں کے ساتھ گزرتی ہے۔ فردا فراز اگر آ بھی جاتے ہیں گھر والوں کو منا بھی لیتے ہیں تو مجھے ان کی ناپسندیدگی کا علم ہے اور میں دے کیا سکتی ہوں انہیں خالی دامن خالی دل ...... بنا جہیز کے کون بہو بنائے گا۔ یہ تو خاندان کی بات ہے غیروں کا تو کیا ہی کہنا۔'' رباب نے واشگاف انداز میں کہا اور فردا اس کسیلی اور کڑوی تلخ سچائی کو سنتی، دیکھتی رہ گئی۔

ویسے بھی انسان کو کچھ فیصلے زندگی میں خود کر لینا چاہئیں۔ میں کب تک نانو پر بوجھ بنی رہوں گی اور وہ میرے اخراجات کے لئے ادھر ادھر دیکھتی رہیں گی۔ میں نے جاب کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میری ایم اے کی ڈگری کسی کام تو آ سکتی ہے۔ گھر بیٹھ کر میں کیا کر رہی ہوں۔'' دبیز سنجیدگی سے دھیرے دھیرے کہا۔

''یہ تمہارا بہت اچھا فیصلہ ہے۔ میں بھی لڑکیوں کی جاب کے حق میں ہوں۔ اپنی صلاحیتوں کو زنگ نہیں لگانا چاہئے۔ اس کے لئے میں تمہیں صارم بھائی سے ملواتی ہوں۔ ہمارے جاننے والے ہیں۔ انہوں نے ابھی دو سال پہلے اپنا اسکول کھولا ہے، ٹیچرز کی ضرورت رہتی ہے انہیں۔''

''ہوں۔'' فردا کی شکل دیکھنے لگی۔

اس کا مسئلہ بغیر کہے حل ہو گیا۔ تشکر سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔



''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے فردا۔'' عاصمہ بیگم نے جب سے سنا ہے انہیں پتنگے لگے ہوئے تھے کہ رباب صارم کے اسکول میں جاب کے لئے جا رہی ہے۔ انہوں نے اچھی طرح سے فردا کی خبر لے لی جو نئی راہ دکھا رہی تھی۔

''میں چاہ رہی ہوں کہ جلد سے جلد وہ یہاں سے جائے اور تم اسے یہاں رہنے کے لئے اس کے پاؤں مضبوط کر رہی ہو احمق لڑکی۔ کل کو کہو گی اسے بھاوج بنانا ہے تو پھر آذر کہے گا کہ مجھے اس سے شادی کرنا ہے۔''

''امی ......'' فردا نے تاسف سے دیکھا۔ ''وہ ایسی نہیں ہے امی۔ کتنی اچھی ہے آپ لوگ اس کے اپنے ہیں اور اتنی غیروں جیسی باتیں کرتے ہیں۔ بھلا یہ ہوتی ہے اپنائیت۔''

''فردا! محبت اپنی جگہ، خیال و دھیان رکھ رہے ہیں اس کا مگر دستورِ زمانہ اپنی جگہ ......'' ان کا لہجہ انتہائی خودغرضانہ تھا۔

''آپ فکر نہ کریں۔ اگر تنخواہ اچھی ہوئی تو یہاں ہوسٹل میں رہ لے گی دادو کے جانے کے بعد۔''

عاصمہ بیگم کے آگ لگ گئی۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ خاندان والے کیا کہیں گے۔ بند کرو یہ ناٹک بازی ساری، کوئی نوکری شوکری نہیں کرنا۔ اماں کو ادھر رکھ کر اسے چلتا کرنے کی کرتی ہوں۔''

''امی! ہم نے صارم سے بات کر لی ہے۔ کل انٹرویو کے لئے جانا ہے۔''

''سنو ......!'' ایک دم سے انہیں کچھ یاد آیا۔ تمہاری دادی کے مزاج بہت اونچے ہیں۔ میں نے صارم کے رشتے کے لئے بات کی تھی جواب میں شادی شدہ کا سن کر چپ لگ گئی اور اب تک لگی ہوئی ہے۔''

فردا ان کی شکل دیکھنے لگی۔

''لڑکا زیادہ عمر کا ہو گا۔ اکیلا رہتا ہے۔ کردار کا کیسا ہو گا۔ رباب کو بھی تو دیکھیں وہ کہاں کی حور پری ہے۔ قبول صورت کو اسی طرح کے رشتے ملتے ہیں۔'' مسلسل دل جلے انداز میں بول رہی تھیں۔ ماں کی دل شکن باتیں اسے ہرٹ کر رہی تھیں۔ اس کی ماں تو بہت نرم مزاج اور مہمان نواز محبت کرنے والی خاتون تھیں یہ ...... یہ کہاں سے ان کے اندر کینہ پروری آ گئی۔

''میں تمہارے ابو سے کہتی ہوں کہ اماں سے بات کریں اس رشتے کے لئے۔ رباب کے لئے اس سے بہتر رشتہ نہیں آ سکتا یہ سب جانتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو خاندان میں ہی کہیں کھپ جاتی۔''

''امی ......! کچھ احساس کریں ممانی ہیں اس کی آپ ......''

''ہاں ......! اسی لئے تو احساس کر رہی ہوں ورنہ ساری عمر کنواری بیٹھی رہے گی۔''

''آپ جو مرضی کریں کل انٹرویو ہے جب تک یہاں رہ رہی ہے اسکول میں جاب کرنے دیں اس کے بعد دونوں صورتوں میں جاب تو چھوڑنا پڑے گی۔''

''دونوں صورتیں ......؟'' تعجب سے دیکھا۔

''ہاں ...... صارم بھائی سے رشتہ طے ہو جانے ...... یا واپس چلی جائے۔''

''ہاں ...... ہاں۔'' ان کا انداز سوچنے والا ہو گیا۔ رشتہ طے ہونے کی صورت میں نیکی تو ملے گی۔

''نیکی۔'' فردا نے جاتے جاتے ماں کو دیکھا۔ ''ماں آپ خودغرضی کو نیکی کہتی ہیں۔ خدا دیکھ رہا ہے اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا ہے۔''



''نوکری ہی کرنا ہے تو کراچی جا کر کر لینا۔'' نویرہ بانو نے رباب کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

''پھر چلیں کراچی۔'' سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

''دو ماہ بعد فردا کی شادی ہے اتنا لمبا سفر کر کے پھر آنا ہو گا۔''

''تو جب تک کے لئے میں کر لیتی ہوں۔''

''نہیں۔'' انہوں نے گہری سانس لی۔ ان کا دل بے حد آزردہ تھا۔ جب سے عاصمہ نے انہیں اس شادی شدہ رنڈوے کا رشتہ بتایا تھا۔ روح تک مغموم تھی۔

ان کی اتنی سگھڑ نواسی کے لئے اب ان رشتوں کی اہمیت تھی ...... فردا کی شادی کا مسئلہ نہ ہوتا تو چلیں جاتیں۔

''نانو ......!'' ان کی گود میں منہ چھپا کر دھیرے سے کہا۔

''ہوں ......!'' وہ کسی احساس میں گم تھیں۔

''میرے لئے اداس مت رہا کریں اور نہ ہر کسی سے میرے بارے میں تذکرہ کیا کریں۔''

وہ چونک کر رباب کو دیکھنے لگیں۔

''اللہ مسبب الاسباب ہے نا۔ پھر ......''

''بے شک! مگر اس بڑھاپے کے تفکر کا کیا کروں رباب۔ میری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں تو تمہارا کیا ہو گا؟ ان کے ہاتھ کی لرزش رباب کو دل پر محسوس ہوئی۔

''ہاں ......! نانو کے بعد اس کے لئے کیا ہو گا۔

''اللہ نہ کرے نانو''

''رباب ......!'' بہت دیر بعد انہوں نے پکارا۔

''جی ......!''

''یہ رشتہ جو عاصمہ نے بتایا ہے کیسا ہے؟''

''نانو......!!'' اس کا دل کسی نے مٹھی میں لیا۔ عمر رسیدہ' شادی شدہ' بچوں والا۔ ایک تلخ و ترش زندگی۔ امتحان' کڑی آزمائش اور......اور سوتیلی ماں کے حصے میں تو خواری اور شکستگی ہی آتی ہے چاہے عمر گزار دے خدمتیں کر کے۔'' آنکھ بھرنے لگی۔

''آپ کو اختیار ہے نانو......!''

''کاش......کاش تو کسی کو پسند کر لیتی۔''

''پسند۔'' ایک تلخ سی ہنسی نے ہونٹوں کا احاطہ کر لیا۔

ہماری پسند بھی دوسروں کی پسند سے مشروط ہوتی ہے۔ نانو دوسرا پسند کرے گا تو ہماری پسند کو بھی پذیرائی ملے گی ورنہ تو بے سود ہے سب۔''

''سوگئی۔'' دھیرے سے سر ہلایا۔

اور رباب سوتی بن گئی۔ جاگتے سے سوتے بننا بہتر تھا۔



فردا......اور رباب نہر کے کنارے کنارے چل رہی تھیں۔ ان کا عکس پانی میں ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

''یہ موسم' نہر کا کنارہ' ایک گہری خاموشی' ہوا آنچل اڑاتی ہوا۔ رباب کو یہ ماحول' یہ فضا بے حد فیسی نیٹ کر رہی تھی۔ ایک خوابناک سی' افسانوی سی کیفیت طاری تھی۔ کہانیوں میں بہت دفعہ یہ منظر پڑھا گیا مگر خود بھی کبھی ایسے ہی کسی منظر کا حصہ ہو گی سوچا نہ تھا۔

مسحور کن خاموشی اس کے اندر موجزن تھی۔

آج فردا بھی خاموش تھی۔ ورنہ وہ بولتی چہکتی تھی اور رباب سنتی تھی۔

''فردا! یہاں کا موسم ایسا ہی رہتا ہے ہمیشہ؟''

''نہیں دھوپ بھی نکلتی ہے مگر زیادہ تر ایسا ہی رہتا ہے اور جن دنوں برف باری ہوتی ہے ہر چیز ساکت ہو جاتی ہے۔ نہر کا پانی تک برف بن جاتا ہے۔ ہر طرف سفید سفید برف جمی ہوتی ہے۔ بہت اچھا لگتا ہے مگر پھر بوریت ہونے لگتی ہے۔

''بد ذوق ہو تم لوگ......''

''آپ کے لئے یہ تھرل ہے۔ مگر ہماری زندگی کا حصہ ہے۔''

''ہوں......!''

''ہم اس موڑ سے ہو کر واپس آجائیں گے۔'' فردا نے نہر کے موڑ تک اشارہ کیا

''کیوں اس سے آگے کیوں نہیں؟''

''اس سے آگے!'' ذو معنی انداز میں ہنسی۔

''ہاں اس سے آگے تک چلیں گے آج۔'' رباب سنجیدہ تھی۔

''ہائے! اس سے آگے نہیں جاسکتے۔'' وہ ہنسی۔

''کیوں؟''

''اس سے آگے......'' شرم سے اس کے گال لال ہو گئے۔

''ندیم کا آفس ہے؟''

''نہیں۔''

''پھر؟'' تعجب سے اسے دیکھا۔

''تین سوالوں میں پوچھ لو۔'' ہنستے ہوئے مزے سے کہا۔

''پھر مسٹری! پھر تجسس! پھر نہ بتانے والا سسپنس۔ فردا!'' دانت کچکچا کر اسے دیکھا۔

وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

رباب نے قریبی درخت سے ہاتھ بڑھا کر ٹہنی توڑی۔ فردا بھاگنے لگی۔ خاموش فضا میں ان کی ہنسی تھی۔

''آج تم بتادو......وہاں کیا ہے؟'' پیچھے بھاگی۔

''بالکل نہیں۔''

''کیوں؟''

''مجھے شرم آتی ہے۔'' دانتوں میں انگلی دبائی۔

''فردا......!'' اس کی ادا پر رباب ہنسی اور چھڑی والا ہاتھ اٹھا کر بھاگی۔

اور دور سے آتے اس شخص نے نہایت دلچسپی سے یہ منظر دیکھا۔

''صارم بھائی......!'' فردا کے قدم رک گئے۔ پیچھے رباب بھی رک گئی۔

یہ تو وہی شخص ہے......رباب کو شرمندگی ہوئی۔ جس نے اسے جاب کی آفر کی تھی اور وہ نانو کے منع کرنے کی وجہ سے گئی نہیں......اور......اور یہ شخص اس کی شخصیت اسے جانے کیوں اٹریکٹ کرتی ہے۔

''بچپنا نہیں گیا تمہارا......؟'' اس کے سامنے آکر رکا۔

''اس کا بھی نہیں گیا۔'' مڑ کر مسکراتے ہوئے انداز میں رباب کو دیکھا۔ یہ مجھے مار رہی تھی۔ ہنسی گہری ہوئی۔

خجل سی ہو کر رباب نے ٹہنی نہر کے پانی میں اچھال دی۔ سبز پتوں اور سرخ و سفید پھولوں والی ٹہنی نہر کے پانی میں تیر رہی تھی۔

''مس آپ آئی نہیں......!'' وہ شخص اس سے مخاطب تھا۔

''کہاں......؟'' فردا چونکی۔

''انہیں میں نے جاب کی آفر کی تھی۔''

''اچھا......!'' معنی خیزی سے فردا نے دیکھا۔

''دراصل میری نانو اور میرے ماموں نہیں چاہتے کہ میں جاب کروں۔''۔

''کیوں؟''

''دراصل وہ چاہتے ہیں کہ رباب اسکول نہیں گھر سنبھالے اور ان کا گھر والا ابھی اس قابل نہیں کہ انہیں گھر لے کر جائے تو اسی کشمکش میں دن گزر رہے ہیں۔''

''فردا......!'' رباب نے اسے چٹکی کاٹی۔

''بکواس مت کرو۔''

''او کے......!''

''صارم بھائی گھر آیئے گا ابو کو کام تھا۔''

''خیریت!''

''جی۔ اُن ہی سے پوچھ لیجئے گا......آج آپ کا پہرے دار ساتھ نہیں؟''

''پہرے دار؟'' تعجب سے دیکھا۔

''ہاں......آپ کا کتا۔'' فردا ہنسی۔

''اوہ......بلیکی!'' دھیرے سے ہنسا۔'' اس کے پاؤں میں چوٹ لگ گئی تھی آرام کر رہا تھا۔''

''اوہو......آرام۔ چوٹ......کالا کتا!''......شرارت سے ہنسی۔

انہوں نے قریب سے گزرتے ہوئے فردا کے سر پر چپت لگائی اور رباب پر نگاہ ڈالی۔ وہ انہی کو دیکھ رہی تھی۔

خفت زدہ ہو کر نظریں چُرا لیں۔

فردا نے ہنستے ہوئے قدم بڑھا لئے۔

''کیسے ہیں صارم بھائی؟''

''مجھے کیا معلوم تمہارے رشتہ دار ہیں......'' ہم کلام ہوئی۔

''یہ ابو کے جاننے والے ہیں۔ بہت مظلوم ہیں۔ مگر بہت شائستہ مزاج اور سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ سوبر پرسنیلٹی ہے۔ کسی دن سناؤں گی ان کی کہانی۔''

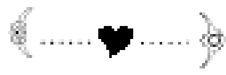
نہر کے موڑ سے مڑنے لگی۔ رباب آگے جانا چاہتی تھی۔ فردا کو دیکھا۔ وہ کہیں اور متوجہ تھی۔ رباب جاننا چاہتی تھی اس موڑ سے آگے کیا ہے۔ اس سے پوچھنا عبث تھا۔ پھر تین سوالوں کی گردان شروع ہو جاتی۔ آمنہ سے پوچھے گی۔ اس کی ہمراہی میں پلٹنے لگی۔

فردا نے پلٹ کو رباب کو بغور دیکھا۔

''کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں۔''

رباب ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس کے ہمراہ قدم بڑھانے لگی۔



''نانو اس بار عید پر کیسا لگے گا......اتنی سردی ہے یہاں۔''

''سردی کے روزے بہت مزے کے ہوتے ہیں۔رباب پتہ ہی نہیں چلتا کہ روزہ ہے۔ادھر رکھا ادھر کھلنے کا وقت آ گیا۔''

''نہیں ......اتنی سردی ہے نانو گہما گہمی بھی نہیں ہوگی۔''

''تہوار کوئی بھی ہو گہما گہمی تو اس کا حصہ ہے۔خیر یہاں کے لوگ اتنے بھی بدذوق نہیں ہیں۔دادو اس بار عید آپ ادھر ہی کریں اور تم بھی' ہمارے ساتھ کرو گی۔ہوسکتا ہے یہاں کی عید تمہاری زندگی میں کوئی تبدیلی لے آئے۔فردا نے ذو معنی انداز میں دیکھا اور رباب اسے دیکھنے لگی۔

''چینج !!''اس نے ایک لمحہ میں سر جھکا کر اپنی پوری زندگی کا احاطہ کیا۔نانو کی خواہش اس کی زندگی میں چینج لا سکتی تھی اس کے سوا اور کچھ نہیں اور نانو کی خواہش۔عاصمہ ممانی سے باتیں کرتی نانو کو دیکھا۔

''بہت گمبھیر ہے شاید ......یا پھر اس کی قسمت ہی نہر میں ڈوب گئی ہے۔

''یہ تم باتیں کرتے کرتے کہاں گم ہو جاتی ہو؟''

''میں سوچ رہی تھی چینج میری زندگی میں نہیں ......بلکہ تبدیلی تمہاری زندگی میں آئے گی اس عید پر......تمہاری شادی کے بعد۔''

''اور اگر تمہاری شادی ہو جائے تو ......بالکل اچانک۔''فردا نے ذو معنی انداز میں اسے دیکھا۔رباب چپ ہوگئی۔

''سنو!......''اچانک ہے فردا نے کہا۔

آج دھوپ نکلنے کے آثار ہیں۔کہر کا زور ٹوٹ رہا ہے اور بادلوں نے سورج کو نکلنے کے لئے راستہ دے دیا ہے۔''

''فردا......!اگر سورج نہ نکلا تو ......''رباب کے منہ سے دھیرے سے نکلا۔

''ناامیدی خدا کو پسند نہیں ہے۔''

''ہوں......!''خوامخواہ اداسیاں اس کے وجود میں پر پھیلانے لگیں۔آج کل نانو بہت گم صم اور اداس تھیں۔

عاصمہ ممانی ماموں کے ساتھ شاپنگ کرنے کوئٹہ چلی گئی تھیں۔یہاں کے لوگ اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق کام کرتے ہیں۔موسموں کی پروا نہیں کرتے۔اس بات کا اندازہ اسے ہو رہا تھا۔

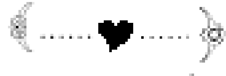
ٹیلی ویژن دیکھتے آتش دان کے قریب ہاتھ گرم کرتے۔فردا آمنہ سے باتیں کرتے کرتے اچانک ہی اسے احساس ہوتا کہ نانو اس کو دیکھ رہی ہیں اور مسلسل دیکھے چلی جا رہی ہیں۔وہ اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگی۔

کتنا بوجھ ہے وہ نانو پر......اور نانو کی ذات کتنی ناتواں۔کتنی دفعہ اسے احساس ہوا آذر بھائی سے باتیں کرتے ہوئے نانو کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔

نانو یہ زندگی کی تلخ سچائی ہے آپ کیوں نہیں اس بات کو سمجھتیں۔کاش......کاش میں آپ کا بوجھ ہلکا کر دیتی۔دریچے کے پردے ہٹا کر کتنی دیر تک سوچوں میں گم رہتی۔

کہر میں ڈوبی فضا چاندنی میں نہائی ہوئی تھی۔موسم کی ٹھنڈک اس کی رگوں میں اتر رہی تھی مگر وہ عالم بے دھیانی میں نہر میں نہاتی چاندنی کو دیکھے جا رہی تھی۔چاندنی رات کا سحر اسے متاثر کر رہا تھا اور اسی چاندنی رات کے راستے میں وہ شخص بے دھیانی میں گم لیدر کی جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے دھیرے دھیرے نہر کے کنارے چلتے چلتے آگے نکل گیا۔اس کا کتا اس کے ساتھ تھا۔

میں تمہیں صارم بھائی کی کہانی سناؤں گی بہت مظلوم ہیں۔''کیا مجھ سے بھی زیادہ مظلوم ہیں......حزن میں ڈوبی ہنسی تھی اس کی نجانے کیوں تاحد نگاہ تک دیکھتی رہی۔



''نانو جان کیوں خاموش گم صم اداس ہیں۔''کراچی سے فون آیا اور انہوں نے کسی سے بات نہیں کی۔غم کے گھاؤ اندر ہی اندر ان کا رس کشید کر رہے تھے اور فکر تو بلی کو بھی مار دیتی ہے۔

''رباب ایک بات کروں تم سے؟''خاموشی کا قفل کھلا۔پاؤں دباتی رباب کو دیکھا۔

''عاصمہ نے جو رشتہ بتایا ہے میں اسے قبول کر رہی ہوں۔''رباب کے متحرک ہاتھ رک گئے۔نانو کا وجود دھیرے دھیرے لرز رہا تھا۔

''بوڑھے لوگوں کی زندگی کا بھروسہ نہیں ہوتا اور مجھے باہر کی دنیا پر بھروسہ نہیں۔اکیلی لڑکی کے لئے دنیا گدھ بن جاتی ہے۔اپنوں کی کج رویاں اور بے وفائیاں تم نے دیکھ ہی لی ہیں۔''

رباب کو جیسے سکتہ سا ہوا۔

''میں نے لڑکا دیکھا ہے۔ذرا سی عمر زیادہ ہے۔شادی شدہ ہے مگر بیوی مر چکی ہے۔ایک بیٹا تھا پچھلے سال سردی میں نمونیا ہو گیا تو جانبر نہ ہوسکا۔اکیلا مرد ہے آگے پیچھے کوئی نہیں ......پھر تم۔''کہتے کہتے وہ رک سی گئیں۔

''تو ممانی!''اس کا سر جھک گیا آنسو دل پر گرنے لگے آپ جیت گئیں۔آپ کے خوف' خدشے انعام لے گئے آپ نے نانو کو جھکا لیا۔آپ کے اندیشے باطل ہو جائیں گے۔''

''گھر کا اکیلا مرد ہے اسے گھر سنبھالنے کے لئے عورت چاہیے۔سگھڑ و سلیقہ مند وفاشعار۔''

''اور خوبصورتی!......خوب صورتی شرط نہیں ہے کیا؟''طنز سے چہرہ اٹھایا۔

''بیٹا......عورت کی سیرت خوب صورت ہوتی ہے۔شریف مرد عورت سے شادی شکل کی وجہ سے نہیں کرتے جب بچہ ہو جاتا ہے تمام عورتوں کی شکلیں بھاری بھرکم ہو جاتی ہیں۔سیرت کا چاند گہن نہیں پاتا۔''نانو نے اس کا ہاتھ تھام لیا جو یخ ہو رہا تھا۔

''مجھے غلط مت سمجھنا۔وہ ایک اچھا مرد ثابت ہوگا تمہارے لئے۔ان تمام مردوں سے مختلف جو تمہاری زندگی کا حصہ بنے۔لالچ' طمع سے بے نیاز ہے وہ......اسے اپنے قوت بازو پر بھروسہ ہے۔اچھی عورت کا متلاشی ہے۔''

''عورت......!''اس کا دل دکھ سے بھر گیا۔اس مرد کے لئے نانو نے اسے لڑکی سے عورت بنا ڈالا۔دھیرے سے ان کے بستر سے اتر گئی۔

''رباب......!''دھیمی سی آواز نے رستہ روک لیا۔دروازے پر رک کر سر گھما کر انہیں دیکھا۔

''تمہارا کیا فیصلہ ہے؟''

''میرا فیصلہ......''آنکھوں کی سطح بھیگنے لگی۔فیصلہ کرنے کے بعد میرے فیصلے کی کیا اہمیت اور میری ذات تو سر سے اتارے ہوئے بوجھ کی طرح ہے۔

''فیصلہ تو آپ نے کر دیا نانو......اور آپ سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔''وہ دھیرے سے کہہ کر رکی نہیں اور سب سے دامن بچا کر کنی کترا کر اوپر ٹیرس پر آ کر پچھلی طرف رکھی چیئر پر بیٹھ گئی۔

تو نانو آپ بھی مستقبل سے مایوس ہوگئی ہیں۔ممانی نے آپ کو ہمنوا کر لیا۔

چیئر دھیرے دھیرے ہلنے لگی۔آنسو بہنے لگے جنہیں اپنے قبول نہیں کرتے انہیں اسی طرح کے ''غیر'' قبول کر لیتے ہیں۔فضا میں کہر آلود ٹھنڈک تھی۔غیر معمولی خاموشی تھی۔اسے اپنا دکھ فضاؤں میں ڈولتا محسوس ہوا......

دھیرے سے کھڑے ہو کر ٹیرس پر ٹہلنے لگی۔

تبھی املتاس کے پیڑ کے پار وہ جاتا نظر آیا۔تیز تیز اپنی دھن میں سردی کے احساس کو گرم اوور کوٹ دیتا۔

اور......وہ......دھیرے سے اپنی جانب نگاہ کی۔کسی بھی گرم کپڑے سے بے نیاز۔ہلکی سی گرم چادر میں۔

دکھ اتنا شدید تھا کہ سردی کا احساس باطل ہو گیا تھا۔



ممانی کوئٹہ سے آ گئی تھیں۔اچھی خاصی شاپنگ کر کے آئی تھیں اور بہت خوش تھیں۔نانو نے شاید انہیں اقرار فون پر سنا دیا تھا۔اس کے لئے بھی سوٹ لائی تھیں۔بار بار اسے پیار کر رہی تھیں۔

''دیکھنا تم بہت خوش رہو گی۔صارم بہت اچھا لڑکا ہے۔اکیلے گھر کی مالک ہوگی۔میری کوئی بہن ہوتی تو میں اس سے شادی کراتی۔

رباب انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

وہ ان کی بیٹی کے برابر تھی۔کیا اپنی بیٹی کی اس سے شادی کرتیں......نہیں!اس کا وجود سر سے اتارے ہوئے بوجھ کی طرح ہے۔

اور وہ بیٹھی سنتی رہی۔

اس نے کہیں پڑھا تھا کہ دوسری شادی کرنے والے مرد کبھی اچھے شوہر ثابت نہیں ہوتے......اگر بیوی مر چکی ہے تو اس کی محبت میں گم رہتے ہیں اور اگر بیوی بے وفا ہے تو دوسری کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔اس کی زندگی کس نہج پر گزرے گی؟

ایک سرد سی لہر اس کے وجود میں سرایت کر گئی۔

زندگی اس کے لئے کیا ہوگی!

ایک سوال......!

ایک آکٹوپس، مسئلوں کا الجھنوں کا یا پھر ایک مکمل زندگی۔ نانو اس کی شادی سادگی سے کر رہی تھیں۔

کراچی سے کسی کو نہیں بلانا تھا۔

جب انہوں نے اس کا خیال نہیں کیا تو ان سب کا دھیان رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

''دیکھا میں نے کہا تھا کہ اس عید پر تمہاری تقدیر بدل سکتی ہے۔'' فردا چھیڑ رہی تھی۔

''ہاں ......'' گہری سانس لی۔ ''میری تقدیر واقعی بدل جائے گی۔ خوش قسمتی میں ...... یا بدقسمتی۔''

''تم خوش نہیں ہو؟'' فردا نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

''پتہ نہیں ......! نانو کا فرض ہے جو ادا ہو رہا ہے۔''

''رباب ......! تم اتنی ڈس ہارٹ کیوں ہو رہی ہو۔ چاہو تو ایک بار صارم بھائی سے مل لو...... تمہاری ہر قسم کی ٹینشن ختم ہو جائے گی۔''

''نہیں ......!'' اس نے کشن گود میں رکھ لیا۔

''مجھے نانو کا فیصلہ ہی منظور ہے۔''

''فون پر بات کر لو۔''

''اس سے کیا ہوگا؟ رہنے دو۔ جو ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے پھر شاید یہی میری قسمت ہے۔ پھر ہم اپنی زندگی کی خوشیوں کو خود انجوائے تو کر سکتے ہیں اور اگر تم نے ایسے رہنا ہے تو میں نانو سے کہہ دیتی ہوں کہ تم راضی نہیں ہو اور زبردستی کے بندھن کچے ہوتے ہیں۔''

''فردا......'' کھلکھلا کر ہنس دی۔

''پھر ہنسو کھیلو انجوائے کرو، ہم سب تمہارے اپنے ہیں رباب۔'' فردا اس کی خاموشی کو نوٹ کر رہی تھی۔ مگر اسے لگتا تھا اب بولنے کیلئے کچھ نہیں ہے۔ اس کے پاس کیا تھا...... کیا تھا...... اگر ان سب کا خیال اسے اشکبار کر دیتا جن کے درمیان رہی تھی جن کے ساتھ بچپن گزارا تھا جنہوں نے محبت سے ہاتھ تھام کر جینے کا ایک نیا انداز دیا تھا اگر وہ لوگ اسے باقی ماندہ زندگی کے لئے رکھ لیتے۔ قبول کر لیتے تو ...... تو ان کا کیا جاتا۔ ہاں! ضرور رکھ لیتے۔ اس کی ہم زاد اس کے پہلو سے اٹھ کر سامنے آ بیٹھی۔

وہ مادہ پرست لوگ تھے انہیں جہیز، دولت چاہیے تھی انہیں تم خالی نہیں چاہیے تھیں رباب۔

''اور رباب ہو سکتا ہے کہ تمہارے تمام خدشے بے بنیاد ہوں اور وہ تمہاری زندگی کا بہترین ساتھی ثابت ہو۔''

''ہوں ......!'' دھیرے سے ہتھیلیاں پھیلا لیں۔

''اتنی اداس مت ہو ہر ہتھیلی میں خوش قسمتی کی لائن بھی ہوتی ہے جو پہچان نہیں سکتے بس اچانک ہی اچھل کر سامنے آ جاتی ہیں۔''

''ہوں ......!''

''اپنی سوچوں کو اچھا کرو تو سب کچھ اچھا ہو جائے گا۔''

''ہوں ......!''

''اور سنو...... یہ ہوں ہوں مت کرو، عمل کرو، اٹھو اور اپنی زندگی کی اس خوشی کو مناؤ تاکہ سب اچھا رہے۔''

''ہوں ......!'' دھیرے سے ہنس دی۔

شب برأت گزری۔ روزے شروع ہو گئے اس نے دل و جان سے عبادت کی۔ اپنے لئے سکون کی دعائیں مانگیں۔

''مبارک ہو......!'' فروا نے اس روز عشاء کے وقت خوشی خوشی آ کر بتایا۔

''چاند رات کو تمہارا نکاح ہے۔ اور ساتھ ہی رخصتی۔''

''ہیں ...... اتنی جلدی...... گھبرا کر پلٹی۔

''جی موصوف دولہا بھائی کا کہنا ہے کہ شادی کے لئے اس سے بہتر دن اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور پھر سادگی سے ہو رہی ہے...... اور نانو راضی ہیں۔ کراچی سے بڑے ماموں آ رہے ہیں۔''

''کیوں؟'' اچنبھے سے انداز میں دیکھا۔

''بھئی اپنا فرض ادا کرنے۔''

''فرض؟'' استہزائیہ انداز میں کہا۔ حق و فرض سب میں نے معاف کیا۔

یہ دادو کا آرڈر ہے۔

اب کے رباب نے جواب نہیں دیا۔

نانو اس کی تیاریاں کروا رہی تھیں۔ تیاریاں کیسی جہیز کے لئے لڑکے نے منع کر دیا تھا۔ کپڑے، جیولری اور کچھ ضرورت کی چیزیں۔

کراچی سے بہت فون آ رہے تھے رباب سے بات کراؤ۔

مگر رباب اتنی ڈس ہارٹ تھی کہ اس نے کسی سے بات نہ کی۔

نانو اس کا بہت خیال و دھیان رکھ رہی تھیں۔

روزے ختم ہو رہے تھے۔ چاند رات سے ایک دن قبل فردا اپنی دوست بیوٹیشن راحیل کو لے آئی جس نے اس کے ہاتھوں میں مہندی لگائی۔ فیشل اور بلیچ کیا۔ اس کی شادی کا جوڑا چوڑی دار پاجامہ، دوپٹہ اور فل رسرائیڈ شرٹ تھی۔ روز ریڈ کلر کی...... اس کے ساتھ جیولری اور دوسرے ڈریسز بھی تھے جو صارم کے قریبی دوست کی بیگم نے خریداری کروائی تھی اور بہت اچھے کپڑے تھے۔

چاند رات والے دن وہ بہت مغموم اور اداس تھی۔ آنکھ بھر بھر کر آ رہی تھی۔ نانو بار بار سینے سے لگا کر پیار کر رہی تھیں۔

دلہن بن کر اس پر بے حد روپ آیا تھا۔ جھکی جھکی پلکیں بھیگی رہیں اور بھیگی پلکوں کے اندر بیتے دن یاد کرتی رہی۔ آنے والے دنوں کے خدشے ڈراتے رہے۔ اچھا یا برا کا خوف دامن گیر تھا۔

اس سمے بڑے ماموں، چھوٹے ماموں قاضی کے ہمراہ اندر آ گئے۔ فردا اور نانو ان کے ساتھ تھیں۔

دھیرے سے اس نے نکاح نامے پر سائن کر دیئے۔ اپنے حقوق رہن رکھ دیئے۔ اپنی زندگی کے چراغ کو ہوا کے دوش پر رکھ دیا۔

نانو کو دوش کیا دیتی ان کی بھی مجبوری تھی۔ آگے اس کے نصیب۔ چند لوگوں پر مشتمل بارات کے ساتھ رخصت ہو کر صارم کے گھر آ گئی۔ صارم کے دوست کی بیگمات اس کے گرد تھیں۔

دل میں خواہش نہیں تھی اس لئے وہ صارم کی شکل نہ دیکھ پائی۔ اس کی نگاہ میں پکی عمر کا مرد تھا۔ کرخت، سخت اور غصیلا......

رات گئے وہ لوگ اسے کمرہ عروسی میں بٹھا کر چلے گئے۔ ہنسی، کھلکھلاتے قہقہوں کی آواز کافی دیر تک آتی رہی پھر یک لخت ہی ہر سمت سکوت چھا گیا۔

دھیرے سے گردن اٹھا کر دیکھا۔

نفاست سے سجا کمرہ۔ پردے، قالین، فرنیچر شاید سب نیا تھا۔ مانوس سی مہک، پھولوں کی خوشبو کے ساتھ کمرے میں رقصاں تھی۔ سامنے قد آور آئینے میں اس کا سراپا نمایاں تھا۔ گٹھری بنی رنگ و بو سے سجی دلہن سی......

اس نے نظریں چرا لیں۔ فراز کا سراپا بار بار نگاہوں کے سامنے آ رہا تھا۔

''کیا تھا...... کیا تھا۔'' نگاہ بھر بھر آ رہی تھی۔ گلا خشک ہونے لگا۔ سامنے گول ٹیبل پر فروٹ، مٹھائی، پانی، دودھ اور مشروب رکھے تھے۔ آہٹ پر سر کے ساتھ نگاہ بھی گود میں رکھے ہاتھوں پر ٹھہر گئی۔

''لگتا ہے رباب تمہارے ہاتھوں میں محبوب کی مہندی لگی ہے۔ اتنی گہری سرخ اور رچیلی...... راحیل نے تحیر سے اس کے مہندی لگے ہاتھوں کو دیکھا تھا۔

''اس کی تو ارینج میرج ہو رہی ہے۔'' آمنہ نے اطلاع دی۔

''پھر ساس بہت چاہے گی۔'' راحیل نے فتویٰ دیا۔

''مگر اس کی تو ساس ہی نہیں ہے۔'' ایک اور اطلاع۔

راحیل ہنس دی اور اس کا گھونگٹ ٹھیک کرنے لگی تھی۔

پھر ساس کے حصے کا پیار بھی شوہر دے دے گا۔

آنے والا اندر آیا۔ دروازہ لاک کر کے اس کے قریب آیا اور اپنے گلے سے تمام ہار اتار کر اس کے گلے میں ڈالے اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''رباب ......! گھبرانے کی، خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں اکیلا ضرور ہوں مگر آدم خور نہیں ہوں۔ فردا نے آپ کے خوف و خدشوں کے متعلق بتایا ہے جو میرے خیال میں بے بنیاد ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کے لئے ایک اچھا شوہر ثابت ہوں۔ نائلہ کا میرا ساتھ شاید اتنا ہی تھا۔ اس کی موت مشیت ایزدی تھی۔ میرا گھر بکھر گیا۔ اب میں نے نئے سرے سے مکان کی بنیاد رکھی ہے۔ مجھے یقین ہے اسے گھر بنانے میں آپ میرا ساتھ دیں گی۔''

دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام کر کنگن پہنا دیئے۔ بے حد گرم، حدت دیتی ہتھیلیاں رباب کی ٹھنڈی یخ ہتھیلیاں ٹھٹھر گئیں۔

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے، سردی لگ رہی ہے؟''

رباب نے انکار میں سر ہلایا۔

''کیا مجھ سے خوفزدہ ہو؟''

رباب خاموش رہی۔

میں ضیا ہوں جو روشنیاں بکھیرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ میں نے تو آپ کو جاب کی آفر کی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ کو میرا گھر سنبھالنا ہے...... مجھے صارم ضیا احمد کہتے ہیں۔

رباب نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا اور سارا ماحول سحر بزم ہو گیا۔

یہ...... یہ تو وہی تھا جسے راستوں میں دیکھا تھا اور اپنے ذہن و دل میں آنے والے خیالوں کو جھٹک دیا تھا۔ جس نے راہ چلتے جاب کی آفر کی تھی اور اس نے جواب نہیں دیا تھا۔ آنکھوں میں تحیر امنڈ رہا تھا۔

''صارم میرا تخلص' ضیا میرا نام' احمد میری ولدیت...... کیا فردا نے تمہیں بتایا......؟''

''فردا......!'' آنکھوں کے آگے نیون سائن کی مانند چہرہ چمکا...... آنکھوں میں شرارت' ہونٹوں پر ہنسی اور شوخ انداز۔

میرا خیال ہے ایک بار مل لو...... تمہاری تسلی ہو جائے گی۔

''نہیں......!'' دھیرے سے انکار میں سر ہلایا۔

''آپ نے ملنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔''

''نانو کا فیصلہ تھا یہ......'' دھیرے سے کہا۔

''اور میرا...... میرا فیصلہ کیسا لگا آپ کو اپنانے کا؟'' دھیرے سے اس کے قریب جھکا۔

محجوب سی ہو کر مسکائی۔ سر سے ایک بوجھ سرک گیا۔ اس کے ہاتھوں کی لکیروں میں چھپی خوشیاں اچھل کر سامنے آ گئی تھیں۔ اس کی تقدیر اتنی بری نہیں تھی جتنا اس نے سمجھ لیا تھا۔ خدا نے ہر شخص کی خوشیوں کا حصہ رکھا ہے دیر سے سہی دیتا ضرور ہے۔ اس کے ہونٹ مسکرا دیئے۔ سر اٹھایا۔

''میں ماضی میں نہیں حال میں جیتا ہوں۔ ماضی ہمیں کچھ نہیں دے سکتا۔ یہ کمرہ' یہ فرنیچر' ہر چیز نئی ہے۔ فردا نے بتایا تھا کہ آپ کو منظر' موسم اور بارشیں بہت پسند ہیں۔

اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ فکر و فردا کے بادل ہوائیں اپنے سنگ لے گئی تھیں۔

''آؤ میں تمہیں ایک خوب صورت منظر دکھاؤں۔''

ہتھیلی پھیلائی۔ آج چاند رات ہے' کل عید' ایک نیا دن' نیا موسم اور نئی خوشبو۔ اس کی ہتھیلی پر حنائی ہتھیلی ٹھہری۔ جسے اس نے مضبوطی سے تھام لیا۔ اور بیڈ سے اترنے میں مدد دی اور اسے لے کر ٹیرس پر آ گیا۔

نہر...... کا آخری کنارہ تھا۔ موڑ مڑتی بل کھاتی نہر۔ گہرے جنگلوں کو سیراب کرنے اندر جا رہی تھی۔ جنگلوں میں اسی کا شفاف سفید پانی نظر آ رہا تھا۔ پائن کے درخت اس کے سامنے تھے۔ بائیں جانب سبزہ ہی سبزہ تھا۔ بارشوں کے موسم میں یہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

رباب کے اندر بے پایاں خوشی سرایت کر رہی تھی۔ سردی کا احساس مٹ رہا تھا۔

آیئے سردی بہت ہے ایسا نہ ہو کہ وصل کے لمحات' اسپتال اور میڈیسن کی نذر ہو جائیں۔''

صارم ضیا اس کے شانوں پر بازو پھیلا کر اندر لے گئے۔

اس کے وجود میں خوشیوں کا جہاں آباد ہونے لگا۔ صارم نے اس کا وجود خوشبو' خوشیوں اور گلابوں سے بھر دیا تھا۔ فردا نے اسے ناتا کر سرپرائز دیا تھا۔

صبح عید تھی۔ ایک بھرپور عید...... ساری زندگی کی روکھی' پھیکی' ناراض' خشک' بنجر عیدوں کا مداوا کرتی بھرپور تجلی عید۔ گھر میں کوئی نہیں تھا۔ مگر خوشیوں کا احساس گنگنا رہا تھا۔

صارم اسے سب چیزیں بتا کر ٹیبل سیٹ کرنے کی ہدایت کر کے نماز عید ادا کرنے چلے گئے تھے۔

اور ڈائننگ ٹیبل پر تمام لوازمات' ڈشیں' سویاں اور شیر خورما سجا کر اس نے خود کو نئے سرے سے آراستہ کر لیا تھا۔

سی گرین اور بلو امتزاج کا زرق برق سوٹ ہم رنگ جیولری میک اپ چوڑیاں۔ زندگی میں پہلی بار اسے سجنا' بننا سنورنا اچھا لگ رہا تھا۔ اس کا وجود بہت ہلکا ہو گیا تھا۔ ہلکے سے شور نے اسے محجوب سا کر دیا۔

کمرے سے کیسے نکلے؟

تبھی شور مچاتی عید مبارک کہتی فردا' آمنہ' ممانی' نانو' آذر بھائی سب چلے آئے اور ان سب میں سب سے پیچھے صارم' جس کی آنکھوں کی گرماتی حدت اس کے دل کی لو بڑھا رہی تھی۔

''بدتمیز......!'' رباب نے چٹکی کاٹی۔ چھپایا کیوں...... بتایا کیوں نہیں؟''

''کیا......!'' تجاہل عارفانہ سے آنکھیں پھیلائیں......

''کہ...... کہ......'' اس کا انداز بلش ہو گیا۔ فردا نے مسکرا کر ساتھ لگا لیا۔

''تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ نانو کی مرضی...... پھر میں خود کیوں بتاتی۔'' وہ مسکراتے ہوئے نانو کے گلے لگ گئی۔

''خوش ہے میری بچی؟'' ماتھے پر پیار کیا۔

''ہوں......''

''ناراض تو نہیں......؟''

''نہیں......'' ان کے گلے لگ گئی۔ اس کی خوشیوں کیلئے دعا کرتی نانو کی پلکیں بھیگ گئیں......

''سنو......! اب میں بتا دوں کہ اس نہر کے موڑ پر کیا ہے......؟'' فردا نے سرگوشی کی......

''کیا ہے؟'' رباب نے حیرت سے دیکھا۔ یہاں اس بات کا کیا تذکرہ۔

''وہاں...... وہاں! وہ پھر شرمائی! مجھے شرم آتی ہے۔''

''فردا......!'' اسے ہنسی آنے لگی۔ ''حد ہوتی ہے۔''

''صارم بھائی سے پوچھ لینا......'' بل کھا کر مڑی۔

''فردا......!'' غصے سے گھورا۔

''کیا ہوا بھئی' کیا چاہیے فردا۔''

''صارم بھائی...... اسے بتایئے کہ نہر کے موڑ پر کیا ہے؟''

''آپ کو کیا کرنا ہے۔'' اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

''نا...... نہیں۔ وہ...... میں۔ دراصل یہ تو...... فردا......'' ایک دم گھبرائی۔ مگر فردا نے نو دو گیارہ ہونے میں دیر نہیں لگائی۔

''اسپتال ہے عورتوں کا یعنی میٹرنیٹی ہوم اور چائلڈ کلینک۔''

اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

''عیدی نہیں لینا......؟'' صارم کہیں اور گم تھا' خوب صورت ساعتوں میں مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

فردا کی خبر لینے کا خیال پھر ملتوی کیا۔

''کیش ہے۔'' مسکرا دی۔

''کیا لوگ عیدی میں؟......'' شرارت سے ہنسے۔

''محبت' چاہت' عیدی' پیسے یا گفٹ؟'' قریب آئے۔

وہ شرما دی...... ''سب کچھ......''

''سب کچھ!'' خط اٹھایا۔ ''ایسے ہی تو نہیں ملے گا۔''

شرمیلی نگاہوں سے دیکھا۔

رسم دینا ہو گی موقع بھی ہے۔ دستور بھی۔'' صارم ضیا احمد نگاہوں کو اس پر منعکس کیے بانہیں پھیلائے کھڑے تھے۔ وہ جھجکی۔

''مگر...... یہ سائباں۔ اس کا تھا...... اسے ایسے ہی سائبان کی ضرورت تھی۔

دھیرے سے سائباں تلے چھپ گئی۔

''جواب میں مجھے کیا ملے گا؟'' چہرہ اوپر کیا۔

''وفا' محبت' چاہت اور...... اور سب کچھ......''

سیاہ آنکھوں میں الوہی چمک تھی۔ صارم نثار ہو گئے۔ ساون کی یہ عید ان کے لئے مبارک و مہربان ساعتیں لے کر آئی تھی...... فضا میں خوشگوار سی ہلچل اور محبت آمیز حدت تھی۔ باہر ساون برس رہا تھا۔ اندر محبت کے بادل سمٹ آئے تھے۔ ایک دوسرے پر برسنے کے لئے......

ختم